اسلام کے معاشی نظام میں اوقات کی تنظیم وترقیاتی اسکیموں کی اہمیت

ڈاکٹر حسن الدین احمد (بھارت)

اسلام نے کسی علیحدہ نظام معیشت کی ابتداء نہیں کی۔ یعنی اسلام کا کوئی مخصوص معاشی نظام نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام نے ایک مخصوص معاشی نظام کو پیش کیا۔ قرآنِ مجید معاشرتی امور کی طرح معاشی امور میں بھی چند رہنما اصول پیش کرتا ہے۔ اسلام نے مدنیت اور معاشرت کی طرح نظام معیشت کی بنیاد بھی معروفات پر رکھی۔ بہ الفاظ دیگر معیشت اصلاً منصوصات پر مبنی نہیں البتہ اسلامی معاشی نظام کی بنیاد قرآنی احکام اور زندگی کے اسلامی اصولوں پر قائم ہے۔ اسی طرح اسلام کچھ منکر شکلوں کی نشاندہی کرتا ہے یعنی کچھ منفی مطالبات رکھتا ہے مثلاً ربا نہ لو۔ احتکار اور اکتناز نہ ہو۔ (احتکار کے معنی ہیں دولت کی گردش کو خاص طبقہ میں محفوظ رکھنا اور اکتناز کے معنی ہیں اشیائے احتیاج کی نفع کے لالچ میں ذخیرہ اندوزی، قمار یعنی جوا نہ ہو)۔

حسب ذیل اسلامی احکام کو اسلامی معاشی نظام کی بنیاد سمجھا جا سکتا ہے۔

۱۔ صلہ رحمی اور سخاوت، سرمایہ دار دوسروں کے ساتھ فیاضانہ سلوک کرے۔ سائل اور محروم کا حق مالداروں کے مال میں ہے لیکن اس حق کو نہایت جامع انداز میں محدود بھی کیا گیا ہے۔ ترمذی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین چیزوں کے علاوہ اور کسی میں دوسرے انسان کا کوئی حق نہیں۔ رہنے کیلئے مکان، تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا، پانی و روٹی۔

۲۔ اہل و عیال کے لئے روزی کمانے میں محنت کرے، کاہلی نہ کرے، تجارت اور دکانداری کرے، کاشتکاری اور باغبانی کرے، صاحب حرفت و دستکار کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے، لیکن ساتھ ہی اسلام نے تجارت، زراعت وغیرہ کے لئے بھی فقہی رہنمائی کی ہے اور واجبات، محرمات اور مکروہات کا تعین کر دیا ہے۔

۳۔ ناپ تول پورا پورا کرے۔

۴۔ بیت المال کا قیام، اس کے مدات خرچ اور اس سلسلہ کے احکام۔

۵۔ فرد جو صاحب دولت ہو اس کو چاہئے کہ اسراف اور تبذیر نہ کرے۔ اسراف سے مراد ضرورت

ایک عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر (سنن ابوداود و ترمذی)

پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا ہے اور تبذیر سے مراد بلا ضرورت خرچ کرنا ہے۔

ان احکام اور اسی قسم کے اور احکام کا تعلق اسلامی معاشی نظام سے صرف اس قدر ہے کہ وہ اس معاشی نظام کو کامیاب بنانے کے ویسے ہی ضامن ہیں جیسا کہ کسی اور نظام کو۔ یہ احکام بنیادی اقدار ہیں جن کے بغیر خواہ کوئی معاشی ڈھانچہ ہو کامیاب نہیں ہوسکتا۔

اسلام نے حکومت اور عوام کو یہ اختیار دیا ہے کہ ہر شعبہ کی طرح شعبہ معیشت میں بھی بہتر تنظیم قائم کرے اور مفید تر کو قبول کرے بشرطیکہ ان میں حسب ذیل مفاسد نہ پائے جائیں۔

خود غرضی، مفاد پرستی، اجارہ داری، ذخیرہ اندوزی، فریب دہی، طلب و رسد کی قدرتی انتظام میں خلل اندازی، مستقبل کی سودا بازی، ناجائز استحصال، اجتماعی مفاد کی نظر اندازی، باہمی تعاون کا فقدان، قمار بازی، سٹہ بازی اور سود خوری وغیرہ۔

اسلامی معاشی نظام کے تحت سارا سرمایہ (Capital) اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اللہ کی جانب سے اسلامی ریاست کی ملک ہے۔ انسان کو صرف تسخیر اور استفادہ کا حق ہے۔

اسی طرح جملہ اراضی اللہ تعالیٰ کی ملک ہے۔ اراضی کا جو جز کسی شخص کے ذاتی تصرف میں ہو صرف استفادہ کے لئے ہوگا۔ فرد کسی اراضی کو اجارہ پر نہیں دے سکتا کیونکہ یہ بنیادی تصور کے خلاف ہے۔ اراضی کے استفادہ میں شراکت کی جاسکتی ہے۔ خود کاشت کئے بغیر کسی اور کو استفادہ کا حق دے کر معاوضہ حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام معاشرے میں ایک دوسرے کی مدد اور مفاد عامہ کے لئے محنت و کوشش کرنے کی تائید کرتا ہے۔ اس لئے امداد باہمی کی تحریک اسلامی نظریات سے قریب تر نظر آتی ہے اور اس کے ذریعہ صحت مند خطوط پر معیشت کو ترقی دی جاسکتی ہے۔

اسلام نے جائیداد کو جو کسی شخص کے قبضہ و تصرف میں ہو بیع، ہبہ اور متروکہ کے ذریعہ منتقلی کی آزادی دی اسی طرح اس سے شخصی استفادہ کی بھی پوری اجازت دی۔ مزید برآں کوئی شخص اپنی رضا و رغبت سے اس جائیداد کو جو اس کے قبضہ و تصرف میں ہو وقف کر کے اس کی منتقلی پر پابندی عائد کرسکتا ہے اور اس سے حاصل ہونے والے فائدے کو بھی شخصی دائرہ سے نکال کر سماج کے کمزور طبقات کے لئے مختص کرسکتا ہے۔

اس عمل کے نتیجہ کے طور پر جو اسلامی معاشی نظام کے عین مطابق ہے ایک شاندار اور

میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو عقل والا نہیں پایا (ابو عبید)

انسانیت کے لئے اہم مضمرات کے حامل نظام کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اس نظام کے ذریعہ ان مقاصد کو حاصل کیا جانا ممکن ہے جو اسلام کا نصب العین ہیں۔

امداد باہمی میں سرمایہ لگانے والے اراکین ہی استفادہ کرنے والے (Beneficiaries) بھی ہوتے ہیں جب کہ اوقاف کی صورت میں سرمایہ لگانے والے ذاتی مفاد سے بلند ہو کر اپنے لئے نہیں بلکہ نادار اور معاشی لحاظ سے کمزور طبقہ کے لئے سرمایہ لگاتے ہیں۔ اگر زرعی موقوفہ اراضیات پر Co-operative Farming کے انداز پر مشترکہ زراعت کا انتظام کیا جائے یا اوقاف کے دائرہ کو وسیع کیا جائے ایک طرف اسٹورز، کارخانے، ہوٹل، بینک، ذرائع حمل و نقل (Transport) کے اداروں، ہیلتھ کلینک، صنعتی تربیتی اداروں، مدرسوں وغیرہ کو وقف کرنے اور وقف کے انتظام کے تحت چلانے کا بندوبست ہو اور دوسری طرف اوقافی اداروں کی آمدنی سے مندجہ بالا Enterprises قائم کئے جائیں تو Private Enterprises کے مقابلے میں جس میں بنیادی طور پر خودغرضی اور ذاتی مفاد کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے کاروبار کو بے لوثی اور مفاد عامہ کے مقصد کو سامنے رکھ کر چلانے کا جذبہ پیدا ہوگا اور ایسا تجربہ امداد باہمی تحریک کے مقابلہ میں زیادہ مفید ہوگا۔

یہاں اوقاف کے تعلق سے کچھ باتیں بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وقف کے لغوی معنی ہیں ٹھہرا دینا۔ جائیداد کی ملکیت بیع، ہبہ اور وراثت کے ذریعہ انسانوں کے درمیان منتقل ہوتی رہتی ہے۔ وقف کے ذریعہ اس منتقلی کو روک دیا جاتا ہے۔

قرآنِ مجید میں وقف کا براہِ راست کوئی ذکر نہیں ہے۔ دوسرے امور کے مقابلے میں وقف سے متعلق احادیث نبوی میں بھی کم حوالے ملتے ہیں۔

البتہ قرآنِ مجید کے بعض احکام کو وقف کی بنیاد قرار دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قرآنِ مجید کے اس حکم مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ قَلِ الْعَفْوَ کو وقف کی بنیاد کہہ سکتے ہیں کیونکہ انفاق کی ایک شکل وقف ہو سکتی ہے۔

اوقاف کی تین اقسام ہیں، حبس، سکنہ اور صدقہ۔ بعض مستشرقین کا خیال ہے کہ اسلام سے قبل عرب میں اوقاف نہیں ہوا کرتے تھے نہ بہ شکل اراضی نہ بہ شکل مکان جو کلیۃً درست نہیں ہے کیونکہ کعبہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مختص کی جانے والی عمارت اور اس طرح پہلا وقف قرار دیا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : حدود اللہ قریبی اور دوری تمام لوگوں پر قائم کرو

جا سکتا ہے۔ بعض فقہاء اوقاف کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بتلاتے ہیں۔ محمد بن عمر الواقدی کے بموجب ہجرت کے چھتیس مہینے بعد مخریق کو اُحد کے دن قتل کیا گیا۔ اس نے وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے تمام اموال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیئے جائیں چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اموال کو حاصل فرما کر تقسیم (صدقہ) فرما دیا۔

ابن کعب کا بیان ہے کہ آنحضرت کے زمانے میں مدینہ منورہ میں حسب ذیل سات باغات کو وقف کیا گیا۔

اعواف، صافیہ، دلال، میثب، برقہ، حسنا، مشربا ام ابراہیمؑ (ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماریہ وہاں قیام کرتی تھیں) یہ بات مسلمہ ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ نے بھی اوقاف قائم کئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں ایک مکان حبس (وقف) کیا تھا۔ اس میں ان کی اولاد کی اولاد اور ان کی ملی نسل سکونت پذیر تھی جن کی میراث کی آپس میں تقسیم نہیں ہوئی تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر میں ایک اراضی حاصل کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ''میں نے خیبر میں ایک قیمتی زمین حاصل کی ہے میں اس کو حصولِ ثواب کے لئے باقی رکھنا چاہتا ہوں آپ کا کیا حکم ہے۔'' آنحضرت نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس کو حبس (وقف مخصوص) کر دو اور اس کے ثمرہ کی آمدنی کو خیرات کر دیا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور اپنے بعد اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو متولیہ قرار دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خیبر میں ابن ابی الحقیق کی جائیداد کو اپنے فرزندوں کے لئے اور بیر رومہ کو برائے عامۃ الناس وقف کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ینبوع (وادی قریٰ) میں اس مقطعہ اراضی کو جو انہیں بہ زمانہ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ عطا ہوا تھا فقراء مساکین اور نمازیوں کے لئے وقف کیا۔ اسی طرح متصلہ اراضی کو جو خود کی خرید کردہ تھی مسافرین اور ذوی الارحام قریب و بعید کے لئے وقف کیا۔

اسی طرح حضرت عائشہ، اسماء، ام حبیبہ، صفیہ، سعد بن ابی وقاص، خالد بن ولید، جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن زبیر اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے بھی جائیدادیں وقف کیں۔

اوقاف نے ایک منظم اسلامی ادارہ کی شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد

پہلی صدی کے دوران اختیار کی اور اس نے قانونی شکل دوسری صدی میں اختیار کی۔

غیر مسلم مستشرقین کا یہ خیال درست نہیں کہ عربوں نے مفتوحہ علاقوں میں گرجاؤں، معابد، خانقاہوں اور ان کی متعلقہ جائیدادوں کو دیکھا اور بہت ممکن ہے کہ انہوں نے اسلام کے خیراتی نظام کے لئے اس انتظام سے مدد لی ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے صدقات سے متعلق قرآنی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کار کی روشنی میں اوقاف کے انتظام کے متعلق اصول اور ضوابط مدون کئے۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی میں مغربی سامراجی طاقتوں کے اقتدار اور مداخلت کی وجہ سے اسلامی ممالک کا سماجی ڈھانچہ بری طرح متاثر ہوا اور اس ضمن میں جو شعبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ اوقاف تھا۔ اوقاف کے تعلق سے جو تصورات تھے وہ بھی متاثر ہوئے اور اوقافی جائیدادیں جو ان ممالک میں مسلمانوں کا اثاثہ اور ورثہ تھیں وہ بھی متاثر ہوئیں۔ مغربی اقتدار کے آوردہ اور پروردہ مسلمان جو مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کرتے تھے اور جن کو مسلمانوں کے Heritage سے اور اوقاف سے قطعاً دلچسپی نہ تھی بگاڑ کا ذریعہ اور مغربی طاقتوں کا آلہ کار بنے۔ مغربی حکمرانوں کی اوقاف کے دیرینہ ادارے اور اس کی افادیت سے ناواقفیت اور ان کی معاندانہ پالیسی بھی اوقاف کی زبوں حالی کا باعث بنی۔

جو ادارہ مسلم ممالک میں غریبی کو دور کرنے اور علم کو فروغ دینے کا اہم ذریعہ تھا نہایت ابتر حالات کا شکار ہو گیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ آج اوقاف کی افادیت کے وسیع تر امکانات ہم کو اجنبی معلوم ہونے لگے ہیں۔ حالانکہ ہم دنیا کو ایسے طریقہ سے روشناس کروا سکتے ہیں جو has stood the test of time البتہ اس ادارہ کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ضروری ہے جس کے بعد ہم اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔

اگر اوقاف کے بنیادی تصور (Concept) کو باقی رکھتے ہوئے اس کے اغراض کو وسعت دے کر ان سے عصری تقاضوں کے تحت مفادِ عامہ کے کام وسیع پیمانے پر نہیں لئے جائیں تو اوقاف اپنی افادیت اور اہمیت کھو دیں گے۔

یہ مراد نہیں ہے کہ موجودہ اوقاف کے اغراض تبدیل کئے جائیں کیونکہ ایسا کرنا فقہی نقطۂ نظر سے بھی درست نہ ہوگا بلکہ مقصد یہ ہے کہ بنیادی اغراض کو سامنے رکھ کر ان کی صحت مند تعبیر کی

جائے اور جہاں ضرورت ہو Dectrine of Cypres کا اطلاق کیا جائے۔ اگر اوقاف سرائے کی شکل میں ہیں جن کا مقصد دین اور علم کی خدمت کرنے والوں کو قیام کی سہولت مہیا کرنا ہے وان کی جگہ عصری سہولتوں سے آراستہ ہوٹل تعمیر کرنا اور ان کو مسافرین اور اسکالرز کے قیام کے لئے مختص کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ اگر اوقاف کی تنظیم کرکے ان سے بنی نوع انسان کی خدمت کا کام لیا جائے تو دعوت وتبلیغ کی راہ ہموار ہوگی جو اسلام کا اپنے پیرووں سے اولین مطالبہ ہے۔

موجودہ زمانہ میں جب کہ کسی معاشرتی ادارہ کے منظم اور سائنٹفک طریقہ پر نہ چلنے کا کوئی جواز نہیں ہے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ تقریباً ہر ملک میں وقف جیسے اہم ادارہ پر ویسی خصوصی توجہ نہیں دی جارہی ہے جس کا وہ مستحق ہے حالانکہ اوقاف ایسا زبردست حربہ ہیں جن سے کسی ملک کی معاشی حالت کو بہتر بنانے میں مؤثر مدد لی جاسکتی ہے۔

No attempts have been made till now to improve the administration of Awqaf, to develop them, to put them to economic use and to utilize their income for the benefit of humanity- 1.

اوقاف کی تنظیم اور ترقیاتی اسکیموں کے نفاذ سے سرمایہ دارانہ نظام کی موجودہ اکثر و بیشتر خرابیوں کی بڑی حد تک روک تھام کی جاسکتی ہے۔

A properly administered Awqaf can become strong instruments not only for preservation of religious and charitable institutions but also for educational and economic uplift of people.

All round development of a region is not possible unless the waqf properties are developed and poverty connot be completely banished unless a new era. is ushered and unless Awqaf are used as a tool to banish poverty andto increase learning- 2.

جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے اسلام میں کوئی علیحدہ نظام معیشت نہیں ہے لیکن اسلام کے

معاشی نظام کے بموجب جو نظام معیشت قائم ہوگا اس میں انقلابی خطوط پر اوقاف کی تنظیم و ترقیات کا بڑا اہم کردار رہے گا۔

چونکہ اس انداز سے اوقاف کی تنظیم و ترقیات آج خود اسلامی ممالک کے لئے اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے لئے بڑی حد تک غیر مانوس بات ہیں اس لئے ہم کو اس سلسلہ میں چند باتوں پر نظر رکھنی ہوگی۔

جس طرح ہم کسی ملک میں اسلامی نظام علیحدہ سے قائم نہیں کر سکتے بلکہ اس ضمن میں زندگی کے تمام شعبوں میں بنیادی اور انقلابی تبدیلیاں لانا ضروری ہے اسی طرح تمام دنیا میں جو معاشی نظام قائم ہیں ان کا اثر بھی اسلامی نظام پر پڑے گا۔ ساری دنیا ایک وحدت ہے اور کسی ملک یا علاقہ میں ایک علیحدہ نظام اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں رہ سکتا۔ دوسرے ملکوں اثر پڑنا لازم ہے، اسی نکتہ کو محسوس کر کے کمیونسٹوں نے بین الاقوامی تحریک چلائی تھی۔

اسلامی نظام کو قائم کرنے میں جو مسائل ہیں وہ غیر اسلامی ملک میں بھی اتنے ہی مشکل ہوں گے جتنے کہ ایسے اسلامی ملک میں جس میں اسلامی نظام نافذ نہ ہو۔

بیسویں صدی کے اوائل میں مختلف اسلامی اجتماعات نے اوقاف کی تنظیم سے متعلق غور کیا اور اپنے تعلق خاطر کا اظہار کیا لیکن اس بارے میں ہمیشہ قدامت پسندانہ اور محدود رویہ اختیار کیا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں حج کے موقع پر جو دوسری مؤتمر اسلامی منعقد ہوئی تھی اس میں اس بات پر احتجاج کیا گیا کہ اغراض اوقاف منشائے واقف کے تحت انجام نہیں پا رہے ہیں۔ اوقافی امور میں حکومت کی مداخلت کی بھی مخالفت کی گئی۔ اسی مؤتمر اسلامی نے نیز ۱۹۳۱ء میں منعقد ہونے والی حجاز کی قومی کانگریس نے مطالبہ کیا کہ حرمین شریفین کے لئے حجاز سے باہر جو اوقاف ہیں ان کی آمدنی کو حاصل کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مطالبے محدود اور موقتی نوعیت کے تھے۔ بنیادی حیثیت کے حامل نہ تھے۔

اوقاف کے ادارے کو ترقی دے کر اور اس کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے کسی ملک کی معیشت میں بہتری پیدا کرنے کے مواقع فراہم کرنے کے امکانات پر کبھی غور کیا گیا اور نہ جامع تجاویز پیش کی گئیں۔

بنیادی طور پر اوقاف کے انتظام اور توفیر آمدنی کے ذرائع کو اختیار کرنے کا کام متولی کا ہے جو واقف کے منشاء کے تحت وقف کے انتظام کو سنبھالتا ہے۔ لیکن توفیر آمدنی کے عمومی ذرائع مہیا

کرنا اور متولیوں کو اس سلسلہ میں سہولتیں مہیا کرنا اور توفیر آمدنی کے مواقع فراہم کرنا قاضی کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی جس کے ذمہ اوقاف کے انتظام کی نگرانی ہوا کرتی تھی اور جس کو متولیوں پر بالادستی حاصل تھی۔ اب یہ کام متعلقہ وزارتوں کا ہے۔ آج کل کے حالات کا اقتضاء ہے کہ ترقیاتی کاموں کا لائحہ عمل بھی مرتب کیا جائے اور اس کی عمل آوری کا اہتمام کیا جائے۔

جہاں تک موقوفہ امکنہ کا تعلق ہے۔ ابتداء ہی سے یہ امر پیش نظر رہا کہ اوقافی امکنہ کے انتظام کو کس طرح بہتر بنایا جائے۔ کس طرح توفیر آمدنی کی صورتیں نکالی جائیں۔ لیکن اس سلسلے میں کبھی کوئی لائحہ عمل پیش نہیں کیا گیا اور کبھی کوئی منظم کوشش نہیں کی گئی۔

اسلامی ممالک کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں اوقافی جائیدادیں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ کچھ امکنہ غرضِ وقف کو راست پورا کرتی ہیں۔ مثلاً مساجد مدرسے وغیرہ۔ کچھ ایسی ہوتی ہیں جن کی آمدنی مساجد، مدرسوں وغیرہ پر استعمال ہوتی ہیں یا جن کی آمدنی سے خیراتی امور انجام پاتے ہیں۔ یہ جائیدادیں عموماً قدیم بوسیدہ مکانات، ملکیات یا افتادہ اراضیات کی شکل میں پائی جاتی ہیں۔ تعمیر و ترمیم کے مالی وسائل مہیا نہ ہونے کے باعث نیز ترقیاتی اسکیموں کی نوعیت اور تفصیلات سے لاعلمی اور بے توجہی کے باعث بیشتر اوقافی امکنہ کسمپرسی کے عالم میں ہوتے ہیں اور ان کے کرائے عرصہ دراز قبل مقرر کئے ہوئے ہیں۔ جن میں معقول اضافہ کی گنجائش ہوتی ہے لیکن ان کی سقیم حالت کے پیش نظر کرائے کی واجبی قرارداد میں عملی دشواریاں حائل ہوتی ہیں۔

شہری اراضیات کی صورت میں تو اکثر و بیشتر ان پر ناجائز قبضے ہوتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں ہے۔ اراضیات سے آمدنی تو ایک طرف ناجائز قبضوں کو برخاست کرنے اور عدالتی چارہ کار پر کثیر صرفہ عائد ہوتا ہے اور بیشتر صورتوں میں خود موقوفہ اراضیات سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے۔

ان بے شمار مسائل کو جن کی نوعیت اور سنگینیت مختلف ممالک میں مختلف ہوتی ہے حل کرنے کی ایک ہی مؤثر صورت یہ ہے کہ ان اوقافی اراضیات کے ترقیات کی اسکیم مرتب ہوں اور ان اراضیات پر عمارتیں بنائی جائیں تا کہ شہری اوقافی اراضیات کا ان کی اہمیت کے تناسب سے موزوں استعمال بھی ہو اور تحفظ بھی۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل مسائل اہمیت کے حامل ہیں۔

۱۔ ایسے اوقاف کا سروے جن میں ترقیات کی گنجائش ہو۔

۲۔ مالی وسائل کی فراہمی۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

۳۔ ایسی مشنری کی فراہمی جو ترقیاتی منصوبے تیار کرے اور ان کی عمل آوری کرے۔

گزشتہ بیس سال میں تمام اسلامی ممالک میں شہری اراضیات کی قیمتوں میں تیس پینتیس گنا اضافے ہوئے ہیں۔ بعض مخصوص علاقوں میں تو سو (۱۰۰) گنا بھی اضافے ہوئے ہیں۔ جہاں تک اوقافی اراضیات کا تعلق ہے یہ بات عمومیت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اوقاف کو قیمتوں کے اضافوں سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا بلکہ اُلٹا اوقاف کو گوناگوں مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ کہیں تو موقوفہ جائیدادوں کے انتظام سے لاپروائی اور قیمتوں میں اضافہ کے نتیجہ کے طور پر کاروباری ذہنیت رکھنے والوں کی نظریں ان اوقافی جائیدادوں پر پڑنے لگیں اور کہیں دوسری نوعیت کے مسائل پیدا ہوئے۔

جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے میں نے متذکرہ بالا صورت حال کو سامنے رکھ کر ایک جامع اسکیم برائے ترقیات شہری اوقاف مرتب کی جس کو وزارت فنانس حکومت ہند نے منظور کیا اور اس کے لئے مستقل طور پر مرکزی بجٹ میں گنجائش فراہم ہوئی۔

اس اسکیم کے تحت مرکزی حکومت ہر سال ایک مختص رقم سینٹرل وقف کونسل کو شہری اوقافی جائیدادوں کی ترقیات کے لئے بطور گرانٹ دیتی ہے۔ سینٹرل وقف کونسل کا قیام قانون اوقاف بابت ۱۹۹۵ء کے تحت پانچ سال کی مدت کے لئے عمل میں آتا ہے اور یہ کونسل بیس مسلم اراکین پر مشتمل ہوتی ہے۔ حکومت ہند گرانٹ دیتے ہوئے یہ شرط عائد کرتی ہے کہ سینٹرل وقف کونسل انفرادی اوقاف کو ترقیاتی کاموں کے لئے مرتبہ اسکیموں کے بموجب رقوم بطور قرض دے۔

ملک کے مختلف اوقاف جن کو مقررہ خطوط پر ترقی دینے کے روشن امکانات ہیں ان کے متولی ترقیاتی منصوبے مرتب کرتے ہیں اور مجوزہ تعمیر کے تخمینہ مصارف اور دیگر ضروری تفصیلات کے ساتھ اسکیم کو سینٹرل وقف کونسل کو بھیجتے ہیں۔ سینٹرل وقف کونسل حکومت ہند کی گرانٹ سے رقم بطور قرض ایصال کرتی ہے اور ایسی سہولت بخش اقساط مقرر کی جاتی ہیں جن کی ادائیگی تعمیر کے بعد ہونے والی آمدنی سے ہوسکتی ہے۔ عموماً آٹھ تا بارہ سال کی مدت میں قرض کی رقم بے باق کی جاسکتی ہے۔ اس مدت کے بعد متعلقہ وقف جملہ آمدنی سے استفادہ کرسکتا ہے اور اس آمدنی کو اغراض وقف پر صرف کرسکتا ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ ترقی کے قبل کی آمدنی کے مقابلے میں ترقیاتی اسکیم کی عمل آوری کے بعد آمدنی میں لگ بھگ ایک سو پچاس گنا اضافہ ہوتا ہے۔

جب اچھے محل وقوع کی موقوفہ جائیدادوں پر خوبصورت اور شاندار عمارتیں تعمیر ہوتی ہیں تو

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اس سے معاشی فائدہ کے علاوہ مسلم طبقہ کو خود اعتمادی کا احساس پیدا ہوتا ہے اور شہروں کی ترقی میں بھی مدد ملتی ہے۔

اوقافی اراضیات کی حد تک حسب ذیل ترقیاتی اسکیمات کو روبہ عمل لانے کی ضرورت ہے۔

۱۔ کمزور طبقات کے لئے Two Rooms Tenaments کی تعمیر جو Lease Cum Sale کے اصول پر الاٹ کئے جائیں اور رعایتی کرایہ و اقساط کا تعین ہو۔

۲۔ نچلے متوسط طبقہ کے لئے رہائشی فلیٹس کی تعمیر جو Lease cum sale کے اصول پر الاٹ کئے جائیں اور اقساط کا تعین نہ نفع نہ نقصان کی بنیاد پر ہو۔

۳۔ اعلیٰ طبقہ کے لئے فلیٹس کی تعمیر جو کرایہ پر دیئے جائیں اور حاصل ہونے والی آمدنی کو اغراض وقف اور کمزر طبقہ پر خرچ کیا جائے۔

۴۔ مدرسوں، کتب خانوں اور نرسنگ ہوم کے لئے عمارتوں کی تعمیر جو نہ نفع نہ نقصان کی بنیاد پر کرایہ پر دیئے جائیں۔

۵۔ بینک، شاپنگ سینٹر، ہوٹل کی عمارات کی تعمیر جو منافع کو پیش نظر رکھ کر کرایہ پر دیئے جائیں۔

۶۔ انڈسٹریل اسٹیٹس کی تعمیر جو منافع کو پیش نظر رکھ کر کرایہ پر دیئے جائیں۔

ان اسکیمات کی عمل آوری بنگلہ دیش، انڈونیشیا، پاکستان، ملائشیا، ہندوستان، مصر اور دوسرے افریقی ممالک میں ہوسکتی ہے۔

اسکیمات کی عمل آوری کیلئے مرکزی ادارہ کا قیام ضروری ہے۔ یہ مرکزی ادارہ اسلامک ڈیولپمنٹ بنک کی جانب سے قائم کیا جاسکتا ہے۔ حکومتی سطح پر مختلف ممالک سے اس کا کیا باہمی ربط ہوگا اس کی تفصیلات کو طے کرنا ہوگا۔ ایسے مرکزی ادارہ میں ان تمام ممالک کی نمائندگی کی گنجائش رکھنی ہوگی جہاں کہ اوقاف کی ترقیات مقصود ہوں۔ جو ترقیاتی اسکیمات کے اصول وضوابط مرتب کریگا۔ ترقیاتی اسکیموں کی تنقیح منظوری، وسائل کی فراہمی، عمل آوری کے دوران قومی سطح کے اداروں کے درمیان ارتباط کا انتظام قانونی سیل کا قیام اور ماہرین کی فراہمی مرکزی ادارہ کی ذمہ ہوگی۔

ہر ملک میں ایک ادارہ قومی سطح پر قائم کیا جائے گا۔ جو قومی حکومتوں کی وزارت وقف کے تعاون سے کام کرے گا۔

اوقافی اراضیات کا سروے، اراضیات کا انتخاب، اسکیمات کی تیاری تخمینہ کی ترتیب،

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

منظورہ اسکیمات کی عمل آوری (نفاذ) کارکن افراد کی فراہمی قومی اداروں کے ذمہ ہوگی۔

اس کے علاوہ حسب ذیل اداروں کو متذکرہ بالا ممالک میں تجرباتی طور پر قائم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ ذرائع حمل ونقل کے ادارے۔

۲۔ مدرسے۔

۳۔ کتب خانے۔

۴۔ نرسنگ ہوم۔

۵۔ منتخب چھوٹی مصنوعات کے ادارے۔

۶۔ تربیتی ادارے اور پالی ٹکنک۔

ان اسکیمات کیلئے مرکزی سطح پر ایک بین الاقوامی ادارہ کا قیام ضروری ہے۔ ماہرین کی فراہمی، کارکنوں کی ٹریننگ، وسائل کی فراہمی اور ریفریشر کورس کا انتظام مرکزی ادارہ سے متعلق ہوگا۔

مختلف ملکوں میں قومی سطح پر اداروں کا قیام ضروری ہے وسائل انسانی کی فراہمی مالیہ کی فراہمی جو حکومت کے ذمہ ہو اسکیم کی عمل آوری اور ان پر نگرانی قومی سطح کے ادارہ کی ذمہ داری ہوگی۔

In the end I feel sure that if comprehensive development schemes for Awkaf properties in various Islamic Countries are taken up and financed by the Islamic Development Bank there would be such a rapid and enormous economic growth in those countreis as has not been witnessed again ever since the first centureis of the Hijira. 3.

You are the servant, He is the Master.
Prayers come from you, answers come from Him.
Abstinence comes from you, protection comes from Him.
Repentance comes from you, acceptance comes from Him.
Go towards him walking, He will come to you running.

(1,2 and 3) Paper presented by the author in the work shop organised by the Islamic Development Bank.

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۶۴ ہجری اور سن وصال ۲۴۱ ہجری ہے ☆